تعارف و تبصرہ کتب

نام کتاب : مدارس کے نصابِ تعلیم میں قرآنِ کریم کا مقام اور اس کا منہجِ تدریس
مرتب : رفیق احمد رئیس سلفی
ناشر : قرآن اکیڈمی، صفا کمپلیکس، ڈومریا گنج، سدھارتھ نگر-اتر پردیش (انڈیا)
سالِ اشاعت : ۲۰۰۷ء
صفحات : ۴۰۰
قیمت : ۱۵۰ روپے
تبصرہ نگار : سفیر اختر*

برصغیر کی تجارت اور معاشرت میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ اور مسیحی مشنری اداروں کی تگ و دو کے نتیجے میں اٹھارہویں صدی کے نصفِ آخر میں بنگال میں مغربی طرزِ تعلیم کے ادارے قائم ہونے لگے تھے۔ اگرچہ اِن اداروں کی تأسیس و قیام اور سرپرستی میں ہندو دانش ور نمایاں تھے، تاہم مسلمان معاشرہ بھی اِن کے اثرات سے محفوظ نہ تھا۔ کمپنی کے کارپردازوں نے، جب برصغیر کی آبادی کی تعلیم و تدریس کے حوالے سے سوچا تو اس وقت ان کے پیش نظر اہم ترین مقصد تجارت میں زیادہ سے زیادہ منافع کا حصول تھا، اس لیے وہ کوئی ایسا رویّہ اختیار کرنے کو تیار نہ تھے جو اُن کے تجارتی مفادات کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتا۔ مزید برآں کمپنی کے اندر اُن اہل علم کی رائے کو اہمیت حاصل تھی جنہیں برصغیر کی مقامی دانش اور علمی روایت نے اسیر کر رکھا تھا، چنانچہ ہندو اور مسلمان آبادی کے لیے بالترتیب ایسے ادارے قائم کیے گئے جو اُن کی دینی اور علمی روایت سے جڑے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کے لیے کمپنی نے مدرسہ عالیہ-کلکتہ اور مدرسہ دہلی جیسے ادارے قائم کیے، جن کی سربراہی تو مغربی اہلِ علم کے ہاتھ میں تھی، مگر پڑھانے والے مقامی آبادی سے لیے گئے تھے۔

مدرسہ عالیہ-کلکتہ اور مدرسہ دہلی کے تجربے کے علی الرغم وقت کے ساتھ ایسٹ انڈیا کمپنی کے فیصلہ سازوں میں اُن افراد کی تعداد بڑھتی چلی گئی جو برصغیر کے روایتی علوم کی تدریس کے حامی نہ تھے، اور مغربی طرزِ تعلیم اور فنون کی ترویج کے خواہش مند تھے۔ ۱۸۳۵ء میں لارڈ میکالے نے مغربی

☆ مکان نمبر۲، گلی نمبر۶، نیوسٹی، پشاور روڈ-واہ کینٹ

زبان و ادب اور علوم کی ترویج کے لیے جو یادداشت لکھی، اس نے کمپنی کی تدریسی و تعلیمی سرگرمیوں اور اندازِ نظر کا رُخ ہی بدل دیا، اور جب ۱۸۵۷ء کی جنگ کے بعد برائے نام مغل حکومت ختم ہوگئی تو تاجِ برطانیہ کے تحت مغربی علوم اور اسلوبِ تعلیم کو فروغ دیا گیا۔

مسلمانانِ برصغیر کے ایک طبقے نے جہاں بدلے ہوئے حالات میں نوآبادیاتی حکمرانوں کے ساتھ راہ و رسم رکھنے کا راستہ اپنایا تو تاجِ برطانیہ کے متعارف کرائے ہوئے اسلوبِ تعلیم کو بھی خوش آمدید کہا۔ اِس کے برعکس مسلمانوں کے اس گروہ نے جدید مغربی نظامِ تعلیم و تدریس کا مکمل بائیکاٹ کیا، جو ماضی قریب میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے اقتدار کی راہ میں رکاوٹ بنا تھا، اور نو آبادیاتی تسلط سے اپنی دینی و سماجی روایات کو خطرے میں گھرا ہوا محسوس کرنے لگا تھا۔ آخرالذکر گروہ کے رہنماؤں نے اپنی روایت قائم رکھتے ہوئے مدارس قائم کیے۔ اِس طرح وہ اپنے تئیں مسلمانوں کے دین و ایمان اور اُن کی شناخت کے تحفظ کی کوششیں کر رہے تھے۔

یوں انیسویں صدی کے نصفِ آخر میں مسلمانانِ برصغیر کی تعلیم واضح طور پر دو دھاروں میں بٹ گئی۔ ایک دھارا جدید تعلیم کا تھا، جسے غیرسرکاری سطح پر مسلمان اہلِ دانش کا ایک گروہ آگے بڑھا رہا تھا۔ اگرچہ ان اہل دانش نے اپنے جدید تعلیمی اداروں میں اسلامی تعلیمات کو سرے سے نظرانداز نہ کیا، مگر بحیثیتِ مجموعی اسلامیات اور اسلامیت برائے وزنِ بیت ہی تھی۔ دوسرا دھارا روایت پر مبنی تعلیم و تدریس کا تھا جس سے مغل دورِ آخر (۱۷۰۷-۱۸۵۷ء) میں انتظامیہ کو اچھے اور قابل منتظم مل جاتے تھے۔ مسلم ریاست اور معاشرے کی ضروریات کے مطابق مؤخرالذکر نظامِ تعلیم و تربیت میں قانون، اِس کے نفاذ کے لیے درکار علم و دانش اور اچھے نظم ونسق کے لیے درکار جملہ مہارتیں شامل تھیں۔ اسلامی قانون کی تفہیم و تشریح کے لیے عربی زبان و ادب پر عبور لازم ہے، اِس لیے روایتی نظامِ تعلیم میں عربی زبان کی صرف ونحو، معانی و بلاغت اور ادب کا مطالعہ شامل تھا، معاشرے میں بوجوہ فقہ حنفی کو اہمیت حاصل تھی، اِس لیے قانون کے مطالعے کے حوالے سے حنفی فقہ کے معتبر اور مستند متون و شروح شاملِ نصاب تھیں، مگر محض قانون سے واقفیت ہی کافی نہ تھی، بلکہ عدالتوں میں فریقین کے دعوؤں کی حقیقت جاننے کے لیے منطق اور حکمت سے واقفیت ضروری تھی، چنانچہ روایتی نظامِ تعلیم میں منطق اور حکمت (فلسفہ) کو بھی پوری اہمیت دی گئی تھی۔ مزید برآں حساب کتاب اور تاریخ وغیرہ کو بھی نظرانداز نہ کیا گیا تھا۔ ان جملہ مضامین کے مطالعہ وتفہیم کے ساتھ ''تفسیر بیضاوی'' (تا اختتام سورۃ البقرۃ) اور ''جلالین'' اور حدیث میں ''مشکوٰۃ المصابیح'' کا مطالعہ نصاب کا جزو تھا۔

جدید تعلیمی اداروں، جن میں دینی تعلیم کو سرے سے اہمیت حاصل نہ تھی، یا تھی تو محض برائے نام، کے بالمقابل روایتی نظام و نصابِ تعلیم کو ''دینی نظامِ تعلیم'' سمجھا گیا، اگرچہ یہ خالصتاً دینی مقاصد کے لیے مرتب نہیں کیا گیا تھا، بلکہ مسلم معاشرے اور ریاست کے کل پرزے تیار کرنے کے لیے دینی اور دنیوی دونوں طرز کے علوم یکجا کیے گئے تھے۔ اگر ملّا نظام الدین سہالوی (م ۱۷۴۸ء) اور دوسرے بزرگوں کے پیشِ نظر خالص دینی علوم ہوتے تو قرآن مجید کے مطالعے کو بنیادی اہمیت دی جاتی، اور حدیث میں ایک انتخاب، یعنی ''مشکوٰۃ المصابیح'' کی جگہ حدیث کی بنیادی کتابیں نصاب میں شامل کی جاتیں۔

ملّا نظام الدین سہالوی کے مجوزہ نصاب کے مقاصد سے قطع نظر، نو آبادیاتی دور میں جب حکمرانوں نے اپنی مصلحتوں، نیز تصورِحیات کے مطابق سرکاری سطح پر سیکولر نظامِ تعلیم متعارف کرایا تو اِس کے بالمقابل ملّا نظام الدین سہالوی کے مروجہ نصاب کو خالصتاً دینی نصابِ تعلیم سمجھ لیا گیا، اور اِس سے وابستہ افراد نے بحیثیت مجموعی اِس تأثر کو مضبوط کیا، تاہم صاحبِ نظر علماء و فضلاء پر نصاب کی کمزوریاں بھی عیاں تھیں، اور انہوں نے اِس کی اصلاح و ترمیم کے لیے نظری اور عملی اقدامات بھی کیے، گو اس نصابِ تعلیم میں کوئی جوہری تبدیلی تو نہ آ سکی، تاہم وقت کے ساتھ قرآن اور حدیث کے مطالعے کا حصہ بتدریج بڑھتا چلا گیا۔ ''مشکوٰۃ المصابیح'' کے ساتھ صحاح ستہ کا مطالعہ قبول کر لیا گیا، اور قرآنِ مجید کے خصوصی مطالعے کے لیے فارغ التحصیل علماء کے لیے خصوصی حلقے قائم ہوئے۔ علمائے دیوبند میں سے مولانا رشید احمد گنگوہی (م ۱۹۰۵ء) کے شاگرد مولانا حسین علی (م ۱۹۴۴ء) اور ''نظارۃ المعارف القرآنیہ'' کے مؤسس مولانا عبیداللہ سندھی (م ۱۹۴۴ء) اور ان دونوں بزرگوں کے شاگردوں اور مستفیدین نے مطالعۂ قرآن کے لیے خصوصی کاوشیں کیں۔ حلقۂ دیوبند سے باہر مولانا حمیدالدین فراہی (م ۱۹۳۰ء) نے مطالعۂ قرآن کی جوت جگائی۔ اِن بزرگوں کی کوششوں سے جہاں عامۃ المسلمین میں مطالعۂ قرآن مقبول ہوا، وہیں مدارس کا ماحول بھی متاثر ہوا۔ نو آبادیاتی دور کے نصفِ آخر میں ''تبدیلی'' کا احساس پیدا ہو گیا تھا، اور اب مزید ساٹھ برس گزرنے پر صورتِ حال بہتر ہے، تاہم اِس کا جائزہ لیا جانا بھی ضروری ہے۔

مذکورہ پس نظر میں اترپردیش (انڈیا) کے ایک نئے ادارے ـــــ صفا شریعت کالج، ڈومریا گنج، سدھارتھ نگر (تأسیس ۱۹۹۲ء)ـــــ نے ''ہندوستان کے دینی مدارس کے نصابِ تعلیم میں قرآن کا مقام

اور اس کا منہجِ تدریس' پر ایک کل ہند سیمینار کا اہتمام کیا (مارچ ۲۰۰۵ء)۔ سیمینار میں مختلف اہلِ علم نے اپنے اپنے دینی و ذہنی پس منظر کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ سیمینار کے منتظمین نے جملہ شرکاء کے افکار کو وسیع تر حلقے تک پہنچانے کے لیے زیر نظر مجموعہ شائع کیا ہے۔ مجموعے کے مرتب جناب رفیق احمد رئیس سلفی کے بقول: ''مقالہ نگاران کے افکار و خیالات سے کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ یا [اِن میں] حذف و اضافہ سے کام نہیں لیا گیا'' (ص ۱۰)۔

سیمینار کے داعی جناب عبدالواحد مدنی (ناظم صفا شریعت کالج) کے خطبۂ استقبالیہ، جناب سعید الرحمٰن الاعظمی کے افتتاحی خطاب، اور سیمینار کی روداد اور تجاویز و سفارشات وغیرہ کے علاوہ سیمینار کے شرکاء کے ۲۴ مقالات یک جا کیے گئے ہیں۔ جملہ مقالات قرآنِ حکیم کی تفہیم و تشریح کے مختلف پہلوؤں سے متعلق ہیں، تاہم حسبِ ذیل مقالات نسبتاً زیادہ عمومی نوعیت کے ہیں:

- ترجمۂ معانی قرآن مجید: مشکلات و مسائل (محمد فاروق خان)
- تفسیر میں اسرائیلی روایات: ایک تنقیدی مطالعہ (احمد مجتبیٰ سلفی)
- قرآن کی تدریس میں سائنسی تحقیقات سے استفادہ... (محمد مظہر اعظمی)
- سنن ترمذی میں ابواب فضائل القرآن (عبداللہ مدنی)
- عظمتِ قرآن اور اس کے تقاضے (ارشد سراج الدین)

ہندوستان (اور آج کے پاکستان، نیز بنگلا دیش اور جہاں جہاں برصغیر کا پس منظر رکھنے والے مسلمان آباد ہیں) کے دینی مدارس مسلکی اور فقہی بنیادوں پر کام کر رہے ہیں۔ اہل سنت اور اہل تشیع کی بنیادی تقسیم کے ساتھ اہل سنت برصغیر کے فکری تناظر میں احناف، شوافع اور اہل حدیث میں بٹے ہوئے ہیں، اور احناف بعض امورِ دین کی تعبیر و تشریح اور مقامی روایت کی پاس داری و عدمِ پاس داری کے حوالے سے دیوبندی اور بریلوی گروہوں میں بٹ گئے ہیں۔ آبادی کی اس گروہی تقسیم کے تحت دینی مدارس کسی نہ کسی مسلک اور مکتبِ فکر سے وابستہ ہیں، اور اِس کی روشنی میں قرآن و حدیث کی تعلیم و تدریس کا اہتمام کرتے ہیں، تاہم تمام دینی مدارس، بلکہ کسی ایک مکتبِ فکر کے بھی تمام مدارس میں نصاب اور اسلوبِ تدریس میں کلّی یکسانیت نہیں پائی جاتی، کیوں کہ یہ مدارس کسی ''سخت'' مرکزی نظام کے تحت کام نہیں کرتے، البتہ کسی حد تک ایک مکتبِ فکر کے مدارس میں نصابی اور زاویۂ نظر کی یکسانیت مکتبِ فکر یا استاد-شاگرد کے ربط کے تحت موجود ہے۔ مسلک و فقہ کی تقسیم سے بالاتر ہو کر جو مدارس قائم ہوئے، انہیں معاشرے میں، اگرچہ بھرپور پذیرائی تو نہیں ملی، مگر ان

کے جذبۂ کار، ان کے اساتذہ کی علمی صلاحیت اور ان کی تصنیفی سرگرمیوں نے مسلمان معاشروں میں انہیں ایک مقام دیا ہے۔ ہندوستان کے دینی مدارس جو اِس آخرالذکر قسم میں آتے ہیں، ان میں دارالعلوم ندوۃ العلماء-لکھنو، جامعہ دارالسلام-عمر آباد (مدراس) اور مدرسۃ الاصلاح-سرائے میر (اور اب اس کے ساتھ جامعۃ الفلاح-بلریا گنج) نمایاں ہیں۔ اِن مدارس میں تدریسِ قرآن کے حوالے سے مجموعے میں مقالات کا پلّہ بھاری ہے۔

- دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تدریس قرآن: ایک جائزہ (جمشید احمد ندوی)
- جامعہ دارالسلام عمر آباد میں قرآن کی تدریس (خلیل الرحمٰن اعظمی)
- مدرسۃ الاصلاح میں قرآن حکیم کی تدریس: ایک جائزہ (محمد عمر اسلم اصلاحی)
- تفہیم و تدریسِ قرآن میں فکر فراہی سے استفادہ (عبیداللہ فہد فلاحی)
- ہندوستان میں مسلمانوں کے مختلف مکاتبِ فکر... (محمد جرجیس کریمی)

باقی مقالات میں عمومی نوعیت کے تنقید و تجزیہ، قرآن حکیم کی ناظرہ تعلیم اور حفظ پر دو مقالات کے علاوہ اہل حدیث اور شیعہ مدارس پر بحثیت مجموعی، اور بریلوی مکتب فکر کے ''الجامعۃ الاشرفیہ-مبارک پور'' میں تدریسِ قرآن پر معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ ''ہندوستان کے شیعی مدارس میں قرآن کی تدریس: ایک جائزہ'' کے زیرعنوان مقالہ لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبۂ عربی سے وابستہ جناب نثار احمد اعظمی کی کاوش ہے، جب کہ اہل حدیث (سلفی) مدارس اور الجامعۃ الاشرفیہ-مبارک پور پر بالترتیب قلم اٹھانے والے جناب ابوالقاسم عبدالعظیم اور جناب غلام یحییٰ انجم ذہناً اور فکراً ان مدارس کے قریب ہیں۔

قرآنِ حکیم کی ناظرہ تعلیم کا اہتمام گھر اور محلے کی سطح سے لے کر مدارس تک ہو رہا ہے۔ بعض مدارس میں حفظ و تجوید کا الگ شعبہ ہے اور کچھ مدارس صرف حفظ و تجوید کی غرض سے قائم ہوئے ہیں۔ ان مدارس میں جماعت بندی کے اصولوں پر حفظ و تجوید کا اہتمام کیا جاتا ہے اور طلبہ و طالبات کی ذاتی صلاحیت کے تحت انفرادی توجہ کا اہتمام بھی ہے، اور اکثر مدارس جماعت بندی اور انفرادی توجہ کو باہم آمیز کر لیتے ہیں۔ ناظرہ اور حفظ و تجویدِ قرآن پر دو مقالات —— ''حفظ قرآن مجید: نصاب اور طریقۂ کار'' (اسعد اعظمی) اور ''قرآن کریم کی ناظرہ تعلیم: اہمیت اور طریقۂ کار (رفیق احمد رئیس سلفی)'' —— میں صورتِ حال پر اچھی روشنی ڈالی گئی ہے، اور مقالہ نگار ناظرہ تعلیمِ قرآن سے مطمئن ہیں۔

شیعہ مدارس کے نصاب پر گفتگو کرنے سے پہلے مقالہ نگار نے شیعہ اہل علم میں تحریفِ قرآن کے مسئلے پر اختلاف کا ذکر کیا ہے۔ تاہم ''قیل و قال اور لیت ولعل کے باوجود محدثین علماء و فقہائے شیعہ کی جانب سے قرآن مجید کے تراجم و تفاسیر اور اصول تفسیر اور علوم قرآن سے متعلق مقدمات [کذا] کی تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری ہے...۔ یہ سعید و بابرکت عمل ہی ظاہر کرتا ہے کہ شیعہ حضرات کا قرآن مجید پر ایمان وعقیدہ مستحکم ہے'' (ص ۱۶۹)۔ جناب مقالہ نگار کی اطلاع کے مطابق ہندوستان میں کم و بیش ۲۵ شیعہ دینی مدارس ہیں (ص ۱۶۹)۔ جن مدارس میں مولوی، عالم اور فاضل کے امتحانات کا اہتمام کیا جاتا ہے،وہ سرکاری مجوزہ نصاب پڑھاتے ہیں، اور جو مدارس مثلاً مدرسۃ الواعظین، مدرسہ سلطان المدارس اور جامعہ فاطمیہ-لکھنؤ وغیرہ، اپنی سندات دیتے ہیں، ان میں تفسیر صافی (ملا محمد محسن فیض کاشانی) پڑھائی جاتی ہے۔

اہل حدیث (سلفی) مدارس میں ''جماعت اولیٰ کے بعد ثانیہ و ثالثہ میں تقریباً ہر جگہ ترجمۂ قرآن کی تدریس ہوتی ہے۔ رابعہ و خامسہ میں یا بعض مقامات پر سادسہ تک 'جلالین' نصف اوّل سے پڑھائی جاتی ہے۔ بیشتر مدارس میں سادسہ یا سابعہ میں 'تفسیر مدارک نسفی' اور سابعہ یا ثامنہ میں 'بیضاوی' یا 'بیضاوی و فتح القدیر' یا بعض مقامات پر 'تفسیر ابن کثیر' کے بعض اجزاء، بلکہ چند سورتیں یا بعض اوراق پڑھائے جاتے ہیں۔ اصولِ تفسیر اور علومِ قرآن میں 'الفوزالکبیر' سے زیادہ 'الاتقان' پڑھائی جاتی ہے۔ ادھر چند سالوں سے ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری حفظہ اللہ کی مرتبہ فتح المنان مطبوعہ جامعہ سلفیہ بنارس، اپنی مسلمہ افادیت اورسہل الحصول ہونے کے ناتے تیزی سے رواج پذیر ہوئی ہے'' (صفحات ۹۶-۹۷)۔

''الجامعۃ الاشرفیہ-مبارک پور'' (تاسیس: ۱۹۰۸ء) میں مرحلہ وار ''ترجمۂ قرآن اور پھر تفسیر، اصولِ تفسیر اور اعجازِ قرآن کے متعلق بحثیں... شاملِ درس ہیں۔ کتبِ تفسیر کی متداول کتابیں جلالین شریف، مدارک شریف اور بیضاوی شریف... شامل نصاب ہیں''۔ ...درجات عالیہ جو چار سال پر مشتمل ہیں، ان میں منتخب سورتوں کی تفسیر پڑھائی جاتی ہے اور اس سلسلے میں مختلف کتبِ تفسیر پیش نظر رکھی جاتی ہیں۔

دینی مدارس کے نصاب میں وقت کے ساتھ مطالعۂ قرآن وتفسیر کے حوالے سے جو کتابیں بطور درسی متون شامل کی گئی ہیں، ان کے تفصیل طریقۂ تدریس و استفادہ پر مندرجہ ذیل مضامین دعوتِ مطالعہ دیتے ہیں:

تفسیر بالماثور کی نمائندہ کتابوں کا طریقۂ تدریس (محمد ارشد مدنی)

- تفسیر بالرائے کی نمائندہ کتابوں کا طریقۂ تدریس (محمد احمد اثری)
- تفسیر ابن جریر طبری: طریقۂ تدریس و استفادہ (احسان اللہ فہد)
- تفسیر فتح القدیر: طریقۂ تدریس و استفادہ (عزیز الرحمٰن سلفی)
- تفسیر بیضاوی: طریقۂ تدریس و استفادہ (شریف اللہ سلفی)
- القرطبی کی الجامع لاحکام القرآن: طریقۂ استفادہ (توقیر عالم فلاحی)
- الاتقان فی علوم القرآن: طریقۂ استفادہ (عبدالعلیم ماہر)
- مقدمہ فی اصول التفسیر ابن تیمیہؒ (ابوالبرکات اصلاحی)
- مدارسِ اسلامیہ کے نصاب میں اصولِ تفسیر (فضل الرحمٰن مدنی)

مدارس کی ایک بڑی تعداد نے، جس میں بریلوی ذہن و فکر کے مدارس نمایاں ہیں، زیادہ توسع کا ثبوت نہیں دیا، اور ان میں ''بیضاوی''، ''مدارک التنزیل'' اور ''جلالین'' کے متن پڑھائے جا رہے ہیں، مزید برآں تدریس میں متن زیادہ اہم ہے، اور اس کی لغوی تفہیم اور صاحبِ متن کے مقصود کی تلاش پر زور دیا جاتا ہے، خود قرآن مجید کی آیات ذرا ثانوی حیثیت اختیار کر جاتی ہیں۔ بعض سلفی مدارس میں امام ابن تیمیہ اور امام شوکانی کے تفسیری سرمائے کو خصوصی اہمیت دی جا رہی ہے۔ مسلک و فقہ سے بالاتر ہونے کا دعویٰ کرنے والے مدارس میں بنیادی اہمیت تو قرآن مجید کے متن کو حاصل ہے، تاہم اِن میں امام ابن تیمیہ اور امام شوکانی کے ساتھ امام قرطبی کی ''الجامع لاحکام القرآن'' اور امام سیوطی کی ''الاتقان فی علوم القرآن'' کو بھی زیرِمطالعہ رکھا جاتا ہے، مزید برآں عہدِ حاضر کی تفسیری کاوشوں میں مولانا حمید الدین فراہی، سیّد ابوالاعلیٰ مودودی، سیّد قطب اور مولانا امین احسن اصلاحی کی تفاسیر کو ثانوی کتابوں کے طور پر پڑھا جاتا ہے، تاہم اِن میں سے کوئی تفسیر بطور متن نہیں پڑھائی جاتی، بلکہ اِس کا انحصار استاد پر ہے کہ وہ قرآن مجید کے متن کی تفہیم میں کن علوم اور کن تفاسیر سے استفادہ کرتا ہے۔

دینی مدارس میں تدریسِ قرآن کے حوالے سے ''تخصص'' کا رجحان بہت زیادہ مضبوط نہیں، مدارس کا مقصود جہاں اپنے طلبہ و طالبات کو قرآن و سنت کی روشنی میں بہتر مسلمان بنانا ہے، وہیں اُن میں اِس صلاحیت کو پیدا کرنا ہے کہ وہ عامۃ المسلمین کی دینی رہنمائی کے قابل ہوں، عامۃ المسلمین کو قرآنی تعلیمات سے آگاہ کر سکیں، ان دو بنیادی مقاصد کے ساتھ بلند تر درجہ یہ ہے کہ علمی و فکری سطح پر اللہ کی کتاب — جو کتابِ زندگی ہے — کو خوب سے خوب تر انداز میں پیش کیا جا سکے۔ مطالعۂ کتاب سے جہاں دینی مدارس میں تدریسِ قرآن کے بعض اچھے اور قابل تعریف پہلو

سامنے آتے ہیں، وہیں یہ احساس بھی ابھرتا ہے کہ یہ ساری جہد وسعی مزید توجہ کی متقاضی ہے۔

سیمینار کے شرکاء کی بڑی تعداد سلفی پس منظر رکھنے والوں کی ہے، یا اُن اہل علم کی ہے جو مدرسۃ الاصلاح-سرائے میر جیسے مدارس کے تعلیم یافتہ ہیں۔ دارالعلوم دیوبند اور اِس کے منتسبین کی عدم موجودگی کھٹکتی ہے، جب کہ ہندوستان (اور اِس کے ساتھ پاکستان، اور بنگلا دیش) میں دیوبندی ذہن وفکر کے مدارس کی تعداد کے ساتھ ان کے اثرات اور مساعی بھی زیادہ نمایاں ہیں۔

جناب مرتب نے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صرف دینی مدارس سے وابستہ اہل علم کو اپنا مخاطب سمجھا ہے، اِس لیے عربی عبارات کا ترجمہ نہیں دیا، اور قرآن حکیم کی آیات پر اعراب نہیں لگائے، لیکن یہ موضوع دینی مدارس سے وابستہ افراد کے ساتھ ساتھ اُن جدید تعلیم یافتہ افراد کے لیے بھی اپنے اندر کشش رکھتا ہے جو مسلم معاشروں کو قرآن و سنت کے مطابق آگے بڑھتا دیکھنے کے خواہش مند ہیں۔ اگر آئندہ اشاعت میں یہ پہلو بھی پیش نظر رکھا جائے تو کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ ہوگا۔

کتاب میں املاء و کتابت کی اغلاط نہ ہونے کے برابر ہیں، تاہم دورانِ مطالعہ میں یہ اغلاط سامنے آئی ہیں: بانگیں (ص ۱۵، بانگیں)، تساہلی (ص ۵۶، تساہل)، تذکیری (ص ۶۱، تذکیر)، مستقبل (ص۶۹، مستقل)، انشاء اللہ (ص ۸۳، ان شاء اللہ)، باطل (ص ۱۲۱، باطن)، گور (ص ۲۰۴، اور)، تفسیرِ نمو (ص ۲۰۵، تفسیر نمونہ)۔ صفحہ ۲۰ پر ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کا نام سہواً برہان الدین فاروقی درج ہو گیا ہے۔

''قرآن اکیڈمی'' نے کتاب نہایت مناسب انداز میں شائع کی ہے، اور قیمت نہایت واجبی ہے، تاہم کتاب کا حصول پاکستان کے قارئین کے لیے کسی قدر مشکل ضرور ہوگا، کیا ہی بہتر ہو کہ ''قرآن اکیڈمی-ڈومریا گنج'' کے کارپرداز پاکستان میں کسی ناشر کو اِس کتاب کی اشاعت کی اجازت مرحمت فرما دیں۔